تذکریات

اس وقت ملک جن مسائل سے دوچار ہے اور دینی جماعتیں جس دور سے گزر رہی ہیں، ان سے کوئی بھی پڑھا لکھا شخص بے خبر نہیں۔ ہر طرف افراتفری اور ہاہاکار مچی ہوئی ہے۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں اور طرح طرح کے خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ایسے عالم میں اہلحدیث جماعت اور افراد کا بھی متاثر ہوئے بغیر رہنا ناممکن تھا۔ چنانچہ ان پر بھی ان حالات کے اثرات نمودار ہوئے۔ اور بدقسمتی سے کوئی مستحکم تنظیم اور بھرپور یکجہتی اور یک رنگی نہ ہونے کے باعث ایک عجیب طرح کا خلفشار ان میں رونما ہو گیا جس کی ایک مثال انتخابات اور اسلامی نظام کے بارے میں مختلف احباب اور علمائے کرام کی طرف سے مختلف النوع اشتہارات، خطابات اور بیانات کا اظہار ہے۔

اور ستم بالائے ستم کہ جن مسائل پر سوچنا اور بولنا چاہیے تھا، ان پر مکمل خاموشی اور پسپائی اختیار کی گئی ہے۔ اور کسی طرف سے بھی مسائل جمعیت اور اس کے مقتضیات کو بروئے کار نہیں لایا گیا اور نہ ہی اس پر کوئی تحریک کھڑی کی گئی اور نہ کسی اقدام کا لائحہ عمل مرتب کیا گیا ہے بلکہ ساری قوت کچھ بیکار، لایعنی، غیر مفید اور بعید از وقت کاموں پر صرف کی گئی ہے۔

مثال کے طور پر انتخابات کے انعقاد اور عدم انعقاد پر بڑے بڑے بیانات اور پوسٹر شائع کروائے گئے ہیں۔ جبکہ یہ ساری تگ و دو اس وقت بیکار محض بن کر رہ جاتی ہے جبکہ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں اس کا مطالبہ کر چکی اور حکومت اس کو قبول کر کے اس کے انعقاد کا نہ صرف اعلان کر چکی بلکہ تاریخیں بھی مقرر کر چکی ہے۔

اسی طرح قومی اتحاد کی مخالفت اور عدم مخالفت پر بیان بازی بھی ناقابل فہم ہے جبکہ مستقبل

کے بارہ میں آپ کوئی نقشہ ہی مرتب نہیں ؟

کیا اس سے یہ مطلب اخذ کیا جائے کہ پوری قوم جب الیکشن کی تیاریوں میں مشغول اور معروف ہوگی، ہم اپنے افراد کو تھپکیوں اور لوریوں سے سہلا رہے ہوں گے کہ تم آرام کرو اور اپنے اس کردار سے بھی اپنے آپ کو محروم کرلو جو تم اپنی بساط کی حد تک انتخابات پر اثر انداز ہو کر ادا کرسکتے تھے ؟

اور ان جماعتوں سے اپنے آپ کو کٹوا کر ان لوگوں کے ہمنوا بن جاؤ کہ جو تمہارا وجود بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ؟ —— دگرنہ پھر اس کے سوا اس کا اور کیا نتیجہ برآمد ہوگا ؟

اس کے برعکس سوچنا اور بولنا چاہیئے تھا ان مسائل پر جو ہمیں آج درپیش ہیں۔ کچھ لوگ اس ملک کو اس کی متفقہ اساس و بنیاد سے ہٹا کر اسے نئی ڈگر پہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ ملک بنا تھا کتاب و سنت کے نام پر، نعرے لگائے جا رہے ہیں کسی اور نام کے۔ اور اس بات میں پورے ملک کے تمام طبقات کے پڑھے لکھے دانشور ہمارے ہمنوا تھے اور ہیں۔ لیکن اس کے لئے کوئی تگ و دو کی جا رہی ہے اور نہ اس کا کوئی منصوبہ ہے۔

دوسری طرف چند لوگ یہاں مذہب کے نام پر فتنہ پیدا کر کے فرقہ داریت کے زہر سے فضا کو مسموم کر رہے ہیں اور اس کے لئے مختلف ہتھکنڈوں کو اختیار کیا جا رہا اور عملی طور پر قوم کو اس تفرقہ اور تقسیم کا شکار بنایا جا رہا ہے لیکن ہم مکمل طور پہ مہر بلب ہیں۔ جبکہ مستقبل، ہمارے مستقبل، ہمارے ملک اور آنے والی نسلوں کے مستقبل کا انحصار، ان کٹھنائیوں سے عہدہ برآ ہونے پر ہے۔ لیکن ہم ہیں کہ یا ان سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت نہیں یا حوصلہ اور جرأت نہیں، یا دونوں چیزوں کا فقدان ہے۔ ایسے عالم میں نتیجہ جو بھی ہوگا وہ کسی بھی دل والے اور نظر والے سے پوشیدہ نہیں۔

میں نے کافی عرصہ اس سلسلہ میں سکوت اختیار کئے رکھا کہ شاید اصلاح کی کوئی صورت نظر آجائے لیکن ہر چہار طرف سے مایوسی، انتشار اور فہم و فکر اور فراست کے اظہار سے تہی دامنی کے بعد قلم اٹھانے پر مجبور ہوا ہوں —— ایک عرصہ اور لمبی مدت گزار کر کہ کہیں پانی اتنا اونچا نہ ہو جائے کہ بچنے کے تمام راستے مسدود ہو جائیں۔

لیکن اس امید، آرزو اور خواہش کے ساتھ کہ شاید کچھ دوست ان معاملات کو سلجھانے کے لئے آگے آجائیں اور وہ فریضہ ادا ہو جائے جو ہم سب پر مسلک اور

اہلِ مسلک کی طرف سے عائد ہوتا ہے۔

احسان الٰہی ظہیر

خوشخبری

آج بحمد اللہ قارئین ترجمان کو ہم یہ خوشخبری سنا رہے ہیں کہ اب ان کو آئندہ مدیر ترجمان جناب علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب کی ترجمان میں عدم توجہی کی شکایت نہیں رہے گی اور جہاں باقاعدہ ان کے بیش قیمت مضامین شاملِ اشاعت ہوا کریں گے وہاں اداریٔ صفحات میں بھی قارئین ان کی نگارشات سے مستفید ہو سکیں گے حالات حاضرہ پر ان کے بصیرت افروز اور رہنما تبصروں سے اپنے لئے بہترین راہ و عمل متعین کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ!

اسی سلسلہ کا دیگر اہم اور پر مسرت اعلان یہ ہے کہ ترجمان کی ضخامت آئندہ سے ۴۸ صفحات سے بڑھا کر ۶۴ صفحات کر دی گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین حضرات جہاں ترجمان کی توسیع اشاعت میں مزید سرگرمی دکھائیں گے، وہاں اہلِ قلم احباب بھی اپنی بہ مغز، پر اثر اور پر حکمت تحریروں سے اسے مزین کرنے میں پہلے سے زیادہ فراخ دلی کا ثبوت بہم پہنچائیں گے۔

جزاہم اللہ خیرا!

(اکرام اللہ ساجد)